© rasailojaraid.com

مولانا محمد عیسیٰ منصوری

جدید نظریاتی چیلنج اور علمائے کرام

موجودہ دور کا سب سے بڑا مسئلہ ان افکار و نظریات کا ہے جو اس زمانہ میں مذہب کی جگہ لے چکے ہیں۔ اسلام ایک واضح فکر و عقیدہ کا نام ہے جو اپنی سادگی، حقانیت، فطرت اور عقل سلیم کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے اپنے اندر زبردست کشش و قوت رکھتا ہے، دشمنان اسلام ہمیشہ اسلام کی دعوت و فکر کی طاقت سے خوفزدہ رہے۔ یورپ صلیبی جنگوں کے بعد یہ حقیقت سمجھ چکا تھا کہ اسلام کو نہ نظریہ و فکر کے میدان میں شکست دی جا سکتی ہے اور نہ عسکری میدان میں، اس صدیوں کے غور و فکر، مطالعہ و تحقیق کے بعد مسلمانوں کو رام کرنے کے لیے ایسا راستہ اختیار کیا جس سے مسلمان اپنی پوری تاریخ میں نا آشنا تھے۔ اسلام کے شاطر دشمنوں نے خلاف اسلام افکار و نظریات کو خوشنما بنا کر جدید انداز میں اس طرح مسلمانوں کے دل و دماغ میں اتار دیا کہ جن کے قبول کرنے کے بعد خود بخود اسلام کی صداقت و حقانیت میں شکوک و شبہات پیدا ہو کر انسان اسلام کی بنیادی صداقتوں اور اساسیات سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ کسی بھی پہلو سے اسلام کا کھلم کھلا حریف بننے کے بجائے مذہب کا ایسا تصور پیش کر دیا جائے اور اس پر چاروں طرف سے ایسے افکار و نظریات کی یلغار کر دی جائے جو اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات کو متزلزل کر دے اور مسلمان کو اس بات کا شبہ تک نہ ہو کہ وہ اسلام کی مخالف سمت میں جا رہا ہے کیونکہ دشمن اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا کہ مسلمان اپنے مذہب کے بارے میں انتہائی ذکی الحس واقع ہوا ہے اور اسلام کی چھوٹی چھوٹی بات کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنا اس کے لیے معمولی چیز ہے۔ اس لیے گزشتہ ڈیڑھ دو صدی سے اس کا حملہ ایک ایسی سمت سے ہو رہا ہے جس سے پوری تاریخ میں مسلمان ناواقف رہے ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ آہستہ آہستہ اسلام سے بیگانہ ہو کر ایسے افکار و نظریات کو اپنا چکے ہیں جس کے نتیجے میں انسان اسلام کے بنیادی عقائد و افکار سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ یہ خاموش فکری حملہ گزشتہ [illegible] عسکری [illegible] ساخت کے پس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پشت تعلیم' جدید افکار کے نام پر اسلام سے تصادم کیے بغیر اس خاموشی سے داخل ہو گیا کہ مسلم علماء و مفکرین کو عرصہ تک اس کا احساس تک نہیں ہو سکا کہ اس سے کتنی تباہی آئی ہے۔ اب بھی مغرب کی یلغار برابر جاری ہے' اس کی تکنیک اور طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ اسلام کے مقابلہ پر نہیں آتا اور نہ صراحتاً" اسلام کی تردید کرتا ہے بلکہ بظاہر اسلام سے بالکل لا تعلق واجنبی نظر آتا ہے اور اسلام سے اس طرح قطع نظر کرتا ہے گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ یہ سب کچھ اسلام کے عین ضد اور مقابل ہے۔ وہ علم و تحقیق' عقلی استدلالات اور جدید نظریات کے نام پر انسان اور کائنات کی ایسی تشریح وتوضیح کرتا ہے جس سے خدا' رسالت و آخرت اور سرے سے مذہب کی کوئی گنجائش و ضرورت نہیں رہی۔ کسی مسلمان کو ذرہ برابر شک نہیں ہوتا کہ ان افکار و نظریات کا قائل ہونا اور تسلیم کرنا اسلام کے انکار کو مستلزم ہے۔ عالم اسلام یورپ کی سائنسی و ٹیکنالوجی ترقی اور دیگر عصری علوم کے میدان میں اس کی متواتر کامیابیوں اور سبقت سے مرعوبیت کے سبب علم و عقل کی اور شریعت کی کسوٹی پر کسے بغیر ان اوہام و خرافات کو علم و عقل' شعور و آگہی اور ترقی کے نام پر قبول کر چکے ہیں' جب مسلمان ان افکار و نظریات کو اختیار کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ وہ علم و آگہی' ترقی یافتہ نظریات اور جدید فلسفوں کو اختیار کر رہا ہے۔ اس طرح یہ خلاف اسلام باطل افکار اس طرح قبول کر لیے جاتے ہیں کہ ان کے دل میں اس بات کی کھٹک تک نہیں ہوتی کہ ان کے قبول کرنے سے اسلام کی نفی ہو رہی ہے۔ غرض یہ بات حرف بحرف صحیح ہے کہ اس پیمانے پر اس نوعیت کا فتنہ جسے بجا طور پر ایک جدید ارتداد کہا جا سکتا ہے' اسلام کی پوری تاریخ میں کبھی رونما نہیں ہوا۔

اس ماڈرن ارتداد کی تکنیک اور طریقہ واردات سے عام مسلمان تو کجا' ہمارے مذہبی رہنما اور علمائے کرام تک اتنے بے خبر اور ناواقف ہیں کہ انہیں اس کی اتنی بھی فکر نہیں ہوتی جتنی گزشتہ زمانہ میں چند مسلمانوں کے عیسائی یا ہندو ہو جانے سے ہوتی تھی' معلوم ہوتا ہے وہ اس طوفان کی زہرناکی' منفی اثرات' گہرائی و گیرائی کا کماحقہ شعور و احساس نہ کر سکے۔ علم وجدید فکر کی اس نظریاتی یلغار کو بجا طور پر جدید ارتداد کہا جا سکتا ہے' مذاہب اور ارتداد کی تاریخ کا بہ نظر غائر مطالعہ بتاتا ہے کہ کسی معاشرہ میں ارتداد دفعتاً" نہیں آتا بلکہ اس کے اثرات تدریجاً" رونما ہوتے ہیں۔ پہلے باطل نظریات وافکار سے دل ودماغ متاثر ہوتا ہے' اسلام کے بنیادی عقائد وتصورات سے اعتماد متزلزل ہوتا ہے' ایمانیات میں شکوک وشبہات در آتے ہیں' پھر [illegible] پر پڑتے ہیں [illegible] معاملات و اقتصادیات' سیاست'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظم و نسق' اور قانون) میں اسلام ناقابل عمل نظر آتا ہے۔ پھر عبادت' نماز روزہ وغیرہ میں ضعف اور اضمحلال پیدا ہوتا ہے۔ اس کے آخر میں زبان پر بھی آتا ہے۔ یعنی لسانی سے پہلے قلبی و عملی ارتداد آتا ہے۔ اب مغرب کے جدید تکنیک و طریقہ واردات نے یہ سہولت بھی مہیا کر دی ہے کہ زبان پر لانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کے نزدیک مسلم معاشروں میں داخل رہ کر ہی اس کی بہترین خدمت انجام دی جا سکتی ہے۔ پہلے زمانہ میں جب کوئی مسلمان کسی باطل مذہب کے اثرات قبول کرتا تھا تو ضروری تھا کہ وہ کسی گرجا یا مندر میں جا کر شدھی یا بپتسمہ کی رسمی کارروائی سے گزرے۔ گلے میں صلیب ڈالے یا ماتھے پر قشقہ لگائے۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جاتا اور اسلام سے اس کی دشمنی آشکارا ہو جاتی اور دوسرے مسلمان اس کی طرف سے ہوشیار اور چوکنا ہو جاتے لیکن اسلام پر یہ نیا حملہ کسی مذہب کے نام پر نہیں بلکہ علم و عقل' شعور و آگہی' فلسفہ و نظریات کے نام پر ہوا ہے اور اس نے اپنے پرستاروں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد و افکار و نظریات سے الگ ہو کر بھی مسلمانوں کے معاشرہ میں مسلمان بن کر رہیں' ان ہی میں شادی بیاہ کریں' دوستی' رشتہ داری' میل ملاپ اور کھانے پینے کے تعلقات قائم رکھیں۔ کبھی کبھی رسمی طور پر ان کی عبادات (جمعہ' عیدین) میں بھی شریک ہوں' ان لوگوں کو مسلم معاشرہ میں ان کے تمول اور تعلیم و سیاست میں امتیاز کی وجہ سے خصوصی عزت و توقیر کا مستحق سمجھا جاتا ہے اور سوسائٹی میں امتیازی درجہ دیا جاتا ہے' وہ بڑی شان و شوکت سے مسلم گھرانوں میں شادی رچاتے ہیں' مرنے کے بعد بڑے بڑے مجمع ان کا جنازہ پڑھتے ہیں' مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہیں۔ یہ اسلام کے ماڈرن مرتد فقط اپنی ذات تک ہی ایسی راہ اختیار نہیں کرتے جو اسلام کے بالکل برعکس سمت میں جاتی ہے بلکہ آگے بڑھ کر یہ حضرات تعلیم و سیاست میں ممتاز ہونے کی وجہ سے سیاست و حکومت' کونسلوں اور اسمبلیوں' وزارتوں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو کر اور اونچی اونچی کرسیوں پر براجمان ہو کر مسلمانوں کے اعلانیہ نمائندے کہلاتے ہیں۔ بلکہ ان کے حساس ترین اور کلیدی مسائل کو اپنے نظریات و صوابدید کے مطابق طے کرتے ہیں' دشمنان اسلام (یہود و نصاریٰ' ہنود) سے سیاست و حکمرانی' ثقافت و کلچر' اقتصادیات و تجارت' تعلیم و آرٹ کے حوالہ سے قریبی تعلق رکھتے ہیں' بیرونی اسلام دشمن طاقتیں انھیں اپنا نمائندہ بنا کر جوش و خروش سے ان کا استقبال کرتی ہیں کیونکہ فی الحقیقت یہ لوگ اپنی بڑی طاقتوں کا کام کر رہے ہوتے ہیں' مغربی میڈیا انھیں مسیحا [illegible] و خوشحالی کے نام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر مسلم ملکوں اور معاشروں میں اپنی پالیسیاں' نظریات' ثقافت و کلچر پوری آزادی و سہولت سے نافذ کرتی ہیں اور ان لوگوں کے واسطے سے مسلم ملکوں کی اقتصادیات' تجارت' تعلیمی و تمدنی مراکز' معاشرت غرض ہر ہر میدان میں اپنا اثر و نفوذ بڑھاتی جاتی ہیں' ان بیرونی طاقتوں کے لیے یہ راستہ براہ راست مسلم قوموں و ملکوں کو غلام بنا کر ان پر کنٹرول کرنے کی ہزاروں دقتوں اور پریشانیوں کی نسبت آسان و کم خرچ اور بے خطر نظر آتا ہے۔ جب کبھی یہ اسلام دشمن طاقتیں یہ دیکھتی ہیں کہ ان لوگوں میں کوئی اپنے عوام پر گرفت کھو چکا ہے اور اس کے واسطے سے اپنی تجارتی و معاشی' تہذیبی و تمدنی' فکری و نظریاتی پالیسیاں جاری رکھنی دشوار ہو گئی ہیں' یہ عام لوگ ان سے بیزار ہو کر اسلام کی طرف دیکھنے لگے ہیں تو بڑی چابک دستی و ہوشیاری سے وہ اس مہرہ کو ہٹا کر دوسرا مہرہ لے آتی ہیں جو ان کی حسب ہدایت وقتاً فوقتاً" اسلام بھی پڑھتا ہے اور ضرورت پڑے تو عمرے بھی کرتا ہے' ہاتھ میں تسبیح پکڑ لیتا ہے' پھر دوبارہ عالمی میڈیا (جس پر اسلام دشمن طاقتوں کی مکمل اجارہ داری ہے) اس کا امیج بنانے میں جت جاتا ہے۔ اس طرح مسلم قوم اور ملک اس دوسرے مہرے کے ساتھ چلنے لگتے ہیں' استعماری طاقتوں سے سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد ہر مسلم ملک کی یہی مسلسل کہانی ہے کہ ان کے حکمرانوں اور سربرآوردہ طبقہ کے دل و دماغ پر قرآن اور محمدؐ کے بجائے مغربی افکار و نظریات کی حکمرانی رہی۔

مسلم دنیا کی بھاری اکثریت جو اسلام اور قرآن پر غیر متزلزل یقین و ایمان رکھتی ہے' وہ اپنی سادگی وسادہ لوحی سے یہ سمجھتی ہے کہ پہلے چند سال ملک کو معاشی استحکام وخوش حالی ہو جائے تو ہمارے حکمران خود بخود قرآن و سنت کی شاہراہ پر لے چلیں گے۔ اس خوش فہمی میں قوم ان کے قدم بقدم ساتھ چلتی رہتی ہے۔ مسلم ملکوں میں اگرچہ مغربی تہذیب و افکار کے نمائندوں کی تعداد ۲۔۴ فیصد سے زیادہ سے زائد نہیں مگر ان افراد کی طاقت اور وسعت اختیار کا یہ حال ہے کہ وہ سیاست و حکومت' تجارت و معیشت' تعلیم و ذرائع ابلاغ پر پوری طرح حاوی و قابض ہونے کی وجہ سے باسانی اسلام کا درد و فکر رکھنے والی جماعتوں' تنظیموں اور علماء کو کچل دیتے ہیں اور جدید ذرائع ابلاغ کے پراپیگنڈے کے زور پر انہیں علم و سائنس اور ترقی و خوشحالی کا دشمن ظاہر کر کے پیچھے دھکیل دیتے ہیں' دینی جماعتیں اور علماء ذرائع ابلاغ میں اپنا نقطہ نظر تک پیش نہیں کر پاتیں اور اس گھناؤنے طریقے پر ان کی کردار کشی کی جاتی ہے کہ وہ دیوار سے لگ جاتے ہیں اور اس سارے عمل میں انہیں بیرونی اسلام دشمن طاقتوں اور عالمی میڈیا کی مکمل تائید حاصل رہتی ہے پھر اطمینان سے یہ لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے بیرونی سرپرستوں اور آقاؤں کے مفادات پورے کرنے لگ جاتے ہیں۔

یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ تاریخ میں اس سے پہلے کبھی اسلام کو اس صورت حال سے اور اس نوعیت کے فکری و نظریاتی حملہ سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ یہ فکری یلغار جتنی عام اور ہمہ گیر تھی، بظاہر اتنی ہی سادہ اور مذہب سے بے تعلق دکھائی دیتی تھی۔ بدقسمتی سے مذہبی طبقہ اور علمائے کرام گزشتہ کئی صدیوں سے علمی و فکری اعتبار سے دور زوال میں ہیں، انہوں نے خود اپنے اوپر علم و تحقیق واجتہاد کے دروازے بند کر لیے ہیں۔ وہ قرون وسطی کی ان لایعنی لفظی بحثوں کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں جن کی اس دور میں کوئی افادیت و اہمیت باقی نہیں رہ گئی، خاص طور پر گزشتہ دو صدیاں عالم اسلام کے لیے انتہائی نکبت وادبار، شکستگی و مایوسی، غلامی و غیروں کی نقالی میں گزری ہیں۔ ان میں علماء کا جمود و حالات سے بے خبری، عصری علوم سے ناواقفیت، جدید افکار و نظریات سے بے تعلقی اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ وہ اپنے زمانہ کے تقاضوں کو سمجھنے کی بصیرت و شعور سے دور جا پڑے تھے، اس لیے وہ ان جدید افکار و نظریات کی چھان پھٹک کر کے انہیں قرآن و سنت اور علم و عقل کی میزان پر تولنے کے قابل نہیں رہ گئے تھے۔ اس طرح علمائے کرام اس نئے آنے والے فکری طوفان سے بڑی حد تک غافل اور بے خبر رہے۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ اب تک اس نئے حملے کی نوعیت وگہرائی کو سمجھ نہیں پائے کیونکہ اسلام کے فکری نظام اور بنیادی عقائد پر تیشہ چلانے والے یہ کفریہ افکار و نظریات کسی مذہب کے نام پر نہیں بلکہ عقل و دانش اور جدید تھیوری و فلسفوں کے نام سے داخل ہوئے تھے۔ ان کے اثر ونفوذ کا یہ عالم ہے کہ کروڑہا مسلمان اس کی زد میں بہہ کر اسلام کی اساسیات اور بنیادی عقائد سے بیگانہ ہو گئے اور خبر تک نہیں ہوئی کہ ماڈرن نظریات کے نام پر کتنی زبردست تباہی ملت اسلامیہ میں آئی ہے۔

اس مسئلہ کی طرف نصف صدی پیشتر غالباً سب سے پہلے جدید طبقہ میں ڈاکٹر رفیع الدین صاحب مرحوم نے توجہ دلائی تھی اور طبقہ علماء میں مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس مسئلہ پر لکھا۔ ان کے بعد مفکر اسلام مولانا ابو الحسن علی ندوی نے دمشق سے نکلنے والے "اخوان المسلمین" کے آرگن رسالہ "المسلمون" میں ردة جديدة کے نام سے دو قسطوں میں ایک مضمون لکھا جس کا اردو ترجمہ اس وقت الفرقان میں مولانا عتیق الرحمن سنبھلی نے "نیا طوفان اور اس کا مقابلہ" کے نام شائع کیا۔ اس کے بعد پھر مسلسل خاموشی ہے، حالانکہ مرض کی صحیح تشخیص کے بعد اس عرصہ میں ہمارے علمی و فکری اداروں، جدید تعلیم یافتہ ذہنوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو سامنے رکھ کر عصری اسلوب میں طاقتور لٹریچر اور جدید علم کلام کا پورا کتب خانہ وجود میں آ جانا چاہیے تھا۔ میں معذرت کے ساتھ پھر وہی بات کہوں گا کہ عالم اسلام کی سیاسی آزادی کے بعد بھی ہمیں علمی و فکری غلامی سے نجات نہ مل سکی۔ اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری علمائے کرام پر عائد ہوتی ہے' ضرورت ہے کہ وہ اس خول سے باہر نکلنے کی جرات کریں جو انہوں نے قرون وسطی میں قرآن و سنت کی تعبیرو تفہیم کے لیے یونانی و اشراقی باطل افکار کا حصار اپنے گرد بنا رکھا ہے' اس طرح وہ اب تک ان لفظی موشگافیوں اور لایعنی فرسودہ افکار کے دھندلکے کی وجہ سے عصر حاضر کو نہیں دیکھ پا رہے ہیں اور بزعم خود یہ سمجھ رہے ہیں کہ ارسطو وجالینوس' فارابی وبو علی سینا کے افکار و نظریات کی تردید سے انھیں خود بخود آج کے جدید افکار و نظریات کا بھی جواب مل جاتا ہے' اس لیے انھیں ان کے مطالعہ و تحقیق اور تجزیہ کی زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں حالانکہ وقت کا تقاضا ہے کہ جدید نظریات سے آنکھیں چرانے کے بجائے جرات سے ان کا سامنا کریں اور انھیں قرآن و سنت اور علم و عقل کی کسوٹی پر پرکھیں اور ان کا پوسٹ مارٹم کر کے ان سے غیر اسلامی اجزاء کو اس طرح خارج کریں جس طرح ان کے اسلاف نے تیسری صدی ہجری میں یونانی واشراقی افکار کا کیا تھا۔

ہمارے نزدیک صورت حال کا حل صرف اور صرف یہ ہے کہ علمائے کرام اس فاصلہ کو ختم کریں جو گزشتہ کئی صدیوں سے ان کے اور نئی نسل کے درمیان بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں ان کے اور عصری علوم و تقاضوں کے درمیان پیدا ہو گیا ہے اور عصری علوم و افکار سے بے خبری کو ختم کریں' موجودہ فکری و نظریاتی چیلنجوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے ضروری ہے کہ یورپین زبانوں' سائنٹفک طرز تحریر' جدید ترین ذرائع ابلاغ' عصری تکنیک و اسلحہ سے پوری طرح واقف ہوں اور قرون وسطی کے فلسفہ اور منطق اور یونانی و ایرانی افکار کے ماحول سے باہر نکلیں جو اس وقت ایک وقتی ضرورت کے تحت اختیار کیے گئے تھے تو انھیں قرآن و سنت سے عصری گمراہیوں اور فکری چیلنجوں کا علمی و فکری میدان میں جواب دینے کی پوری رہنمائی ملے گی' اس لیے کہ قرآن و سنت ہر ہر دور کی کجی و بے راہ روی اور فکری و نظریاتی ضلالت وگمراہی سے نکال کر شاہراہ علم و حقیقت فوز وکامرانی پر گامزن کرنے کے لیے بالکل کافی ہے [illegible] رہتے جائیں۔

© rasailojaraid.com